Rooh-e-Tahqeeq, Vol.03, No.03, July – September 2025

مہاتما کا تصور بین المذاہب رواداری: ایک تحقیقی جائزہ

Mahatma Gandhi's Concept of Interreligious Tolerance (An Analytical Study)

Hafiz Muhammad Nadeem
MPhil Scholar (Islamic Studies), Superior University, Lahore
hafiz.nadeem214@gmail.com

Dr. Neelam Bano
Assistant Professor of Islamic Studies, Superior University, Lahore
neelam.bano@superior.edu.pk

Maria Imtiaz
MPhil Scholar (Islamic Studies), Superior University, Lahore
mariaimtiaz16@gmail.com

Abstract:
This research article explores Mahatma Gandhi’s philosophy of interfaith harmony, emphasizing his vision of religious tolerance as a foundation for peaceful coexistence. Recognized globally as a symbol of nonviolence and truth, Gandhi believed that all religions stem from a common moral and spiritual foundation—truth and nonviolence. Through an analytical and critical approach, this study examines how Gandhi implemented the idea of interfaith tolerance in a religiously plural society like India, and what challenges he encountered in this pursuit. The article also contextualizes the concept of tolerance within Islamic teachings, highlighting verses from the Qur'an and examples from the Prophet Muhammad's (PBUH) life that promote peaceful interreligious relations. In addition, the study reviews contemporary global and South Asian literature on interfaith dialogue, referencing scholars like John Hick, Hans Küng, and Dr. Mahmood Ahmed Ghazi. The findings suggest that Gandhi’s model of “Sarva Dharma Sambhava” (equal respect for all religions) is a timeless principle that can guide modern societies toward interreligious understanding, national unity, and global peace. The study recommends including such teachings in educational curricula and community programs to build a more tolerant and inclusive world.

Keywords:
Mahatma Gandhi, Concept of Religious Tolerance, Interfaith Harmony, Religious Tolerance, Peaceful Coexistence, Nonviolence

تعارف موضوع:

موہن داس گاندھی المعروف مہاتما گاندھی جنھیں ہندوستان میں باپو جی، بابائے قوم اور قائداعظم وغیرہ کے القاب سے جانا جاتا ہے۔ یہ دنیا میں امن اور عدم تشدد کے علمبردار کے طور پر پہچانے جاتے تھے ایک مقام پر البرٹ آئن سٹائن ان کے بارے میں کہتا ہے آنے والی نسلیں بمشکل یقین کریں گی کہ دنیا میں گاندھی جیسا آدمی بھی پیدا ہوا تھا۔ گاندھی نے نہ صرف سیاسی اور سماجی تحریکوں میں بہت اہم کردار ادا کیا بلکہ ان کے مذہبی خیالات بھی ان کی شخصیت کا اہم ترین پہلو ہیں۔

اس آرٹیکل میں ہم گاندھی جی کے تصور بین المذاہب رواداری کو زیر بحث لائیں گے اور یہ جاننے کی کوشش کریں گے کہ انھوں نے اپنے اس تصور کو عملی جامہ کیسے پہنایا اور اس جہد وجہد میں انہیں کن کن مشکلات سے دوچار ہونا پڑا اور یہ بھی دیکھیں گے کہ آج کے اس پر فتن دور میں بین المذاہب رواداری کو کیسے فروغ دیا جا سکتا ہے؟ اگر یہ لاگو ہو جاتا

ہے تو معاشرے میں کیا تبدیلیاں رونما ہو سکتی ہیں گی؟ گاندھی جی کے یہ نظریات صرف بین المذاہب رواداری کو فروغ دینے کے لیے ہی نہیں بلکہ ایک ایسے معاشرے کے لیے بھی رہنمائی فراہم کرتے ہیں جہاں تمام مذاہب کے لوگ باہمی تعاون اور احترام کے ساتھ زندگی گزار سکیں گے۔

یہ آرٹیکل گاندھی جی بین المذاہب رواداری کے فلسفے کی وسعت اور اس کے عملی پہلوؤں کو اجاگر کرنے کی بہترین کوشش ثابت ہو گی۔ رواداری کے معنی عربی زبان کے لفظ "تسمع تسامح" سے ماخوذ ہیں جس کے معنی نرمی برتنا اور درگزر کرنا کے ہیں اسی لیے عربی میں لفظ "التسامح الدینی" مستعمل ہے جس کا مطلب مذہبی رواداری اور اس کا ایک معنی مذہبی برداشت بھی آتا ہے۔ مصنف جامع الغات رواداری کو مونث کے طور پر استعمال فرماتے ہیں اور مذید فرماتے ہیں کہ اس کے ایک معنی رعایت رکھنا یا جائز رکھنا کے بھی آتے ہیں۔(۱)

ایک اور مقام پر رواداری کے معنی بے تعصبی اور اچھے اخلاق سے پیش آنے کے بھی ملتے ہیں انگلش میں رواداری کے لیے "Tolerance" کا لفظ بھی مستعمل ہے جس کے معنی متحمل برداشت اور صبر کے آتے ہیں اسی طرح "Tolerance" یعنی مذہبی رواداری بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ رواداری صبر و تحمل کی ایک صورت ہے جو کسی ناپسند معاملے کی صورت میں ظاہر کی جاتی ہے۔

اس لیے رواداری کو آزادی سے مختلف سمجھنا ہو گا چونکہ اس کا اطلاق اس چیز پر ہوتا ہے جسے ایک غیر متفقہ یا پھر بری چیز سمجھا جاتا ہے رواداری کا یہ لفظ اپنے اندر ناپسندیدگی کے معنی رکھتا ہے مگر یاد رہے ہم کبھی ایسی چیز سے رواداری نہیں لے سکتے جس سے ہم لطف اندوز ہوتے ہوں یا قبول کرتے ہوں تقاریر عبادت حرکات یہ سب اخلاقی طور پر معتدل اور اچھی چیزیں ہیں مگر جب ہم اسے رواداری کے لیے استعمال کرتے ہیں تو مذہبی رواداری کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں حالانکہ رواداری کا ایک معنی برداشت کرنا بھی آتا ہے جس کا مطلب اپنے نفس کو گھبراہٹ واضطراب سے بچانا اور اپنی جگہ ثابت قدم رہنا ہے۔

اسی طرح جن چیزوں کو ہم برائی سمجھتے ہیں مثلاً طوائف بازی، جواء بازی اور منشیات فروشی وغیرہ ان کے بارے میں ہم رواداری اختیار نہیں کر سکتے اور ہاں اس رواداری کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ پہلے ہم ایک چیز کو ناپسند کریں پھر اسے پسند کرنے لگ جائیں۔(۲)

قرآن مجید میں جابجا رواداری اور تحمل مزاجی کی تلقین کی گئی ہے ارشاد باری تعالی ہے: ﴿لَآ إِكۡرَاهَ فِي الدِّينِ﴾ (۳)، ترجمہ: دین میں جبر نہیں۔

یعنی کسی غیر مسلم کو ہم زبردستی مسلمان بنانے کا حق نہیں رکھتے مگر ہاں جو مسلمان ہو چکے ہیں انہیں احکام شرعیہ کے مطابق چلانے میں کچھ حد تک سختی کی جا سکتی ہے۔ مذید ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالی ہے:

﴿لَكُمۡ دِينُكُمۡ وَلِيَ دِينِ﴾، ترجمہ: تمہارے لیے تمہارا دین اور میرے لیے میرا دین۔(۴)

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا: ﴿وَاصۡبِرۡ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ وَاهۡجُرۡهُمۡ هَجۡرًا جَمِيلًا﴾(۵)

ترجمہ: اور وہ جو کہتے ہیں اس پر صبر کرو اور ان سے خوش اسلوبی سے علیحدہ ہو جاؤ۔

مندرجہ بالا آیات میں حضور علیہ سلام کو غیر مسلموں کے ساتھ صبر و تحمل اور عفو و درگزر والا معاملہ فرمانے کی ترغیب دی گئی ہے چونکہ ان صفات عالیہ کے بغیر رواداری کو اپنایا نہیں جا سکتا اسلام تو غیر مسلموں کو بھی انسانی بنیادوں پر

متحد ہونے کا حکم ارشاد فرماتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا ٱللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِۦ شَيْـًٔا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِّن دُونِ ٱللَّهِ فَإِن تَوَلَّوْا فَقُولُوا ٱشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ﴾(٦)

ترجمہ: آپ فرمائیں اے اہل کتاب آؤ اس بات کی طرف جو تمہارے اور ہمارے درمیان مشترک ہے اور وہ یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سواء کسی کی عبادت نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی اور کو شریک نہ ٹھہرائیں اور نہ ہی ہم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر آپس میں ایک دوسرے کو اپنا رب بنائیں۔

احادیث مبارکہ میں بھی ہمیں رواداری کا پہلو جابجا نظر آتا ہے کیونکہ آپ علیہ سلام کی شخصیت ہمارے لیے ایک مثالی نمونہ ہے اس کے ذریعے ہم اپنے اندر برداشت کا جزبہ پیدا کریں گے اور عصبیت، وطنیت، جہالت، تشدد اور دہشت گردی کا خاتمہ کریں گے ہم اپنے اندر رواداری اور قلبی وسعت پیدا کریں گے کیونکہ قرآن میں آپ ﷺ کی ذات کو تمام انسانوں کے لیے نمونہ قرار دیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لَّقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ ٱللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُوا ٱللَّهَ وَٱلْيَوْمَ ٱلْـَٔاخِرَ وَذَكَرَ ٱللَّهَ كَثِيرًا﴾(٧)

ترجمہ: تحقیق رسول اللہ کی زندگی میں تمہارے لیے بہترین نمونہ ہے۔

اسی طرح کئی اور مقامات پر بھی حضور علیہ سلام کو عفو و درگزر کے بارے میں حکم دیا گیا۔

بین المذاہب رواداری کی اہمیت و ضرورت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ آج عالمی سطح پر بھی اس سے متعلق بہت سی باتیں ہو رہی ہیں اور پھر دوسری طرف لوگ اسلاموفوبیا پر بھی باتیں کر رہے ہیں یہ بات خوش آئین بھی ہے چونکہ ان دونوں مسائل کے مقاصد بہت بامعنی اور مثبت ہیں۔

اس دنیا کی تاریخ کو مذہبی جنگوں سے تعبیر کیا گیا ہے چونکہ یہاں مذہب کے نام پر لوگوں کا بہت زیادہ خون بہایا گیا ہے اب اس معاملے کو کم ہونا چاہیے یہ بات کوئی نئی بات نہیں بلکہ یہ سلسلہ صدیوں پرانا ہے کہ لوگ اپنے مذہب سے بہت پیار کرتے ہیں ہر انسان کو اپنے مذہب کی تاریخ بہت پیاری ہے مگر دنیا میں ایسے شر پسند عناصر کی بھی کمی نہیں جو مذہب کا سہارا لے کر لوگوں میں نفرتیں پھیلاتے ہیں اور وہ یہ سب اپنے مخصوص مقاصد کے لیے کرتے ہیں ایسے لوگ معاشرے کے امن کا دیمک ہیں جو آہستہ آہستہ معاشرے کے امن کو کھا رہے ہوتے ہیں۔

یاد رہے مذاہب کی تاریخ بہت زیادہ پرانی ہے یہ مذاہب لوگوں کی اصلاح اور تربیت کیلئے ہوتے ہیں اور معاشرے میں محبت، رواداری اور ایمانداری کا کلچر فروغ دینے کے لیے ہوتے ہیں لیکن اگر تاریخ کے اوراق کو الٹ پلٹ کر دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس دنیا سے بہت سارے بادشاہوں اور فاتحین نے اپنی شہرت اور عزت کمانے کی خاطر لوگوں کی دولتیں لوٹیں اور بے گناہ لوگوں کا ناحق خون بہایا۔ حقیقت ہے کہ جس معاشرے میں لالچی، دھوکا باز، عیار و مکار قسم کے لوگ موجود ہوں اس معاشرے کا امن بہت جلد ختم ہو جاتا ہے اور بہت سی برائیاں اس معاشرے میں جنم لینے لگتی ہیں انہیں لوگوں کی وجہ سے ماضی کی کئی تہذیبیں ختم ہو گئیں۔ گاندھی جی کا ماننا تھا کہ سچائی اور عدم تشدد کسی بھی مذہب کی حقیقی روح کا درجہ رکھتی ہے اور فرماتے ہیں:

"میرے خیال ہے کہ تمام مذاہب کی روحانی بنیاد ایک ہی ہے اور وہ "سچائی اور عدم تشدد" ہے۔(٨)

آج دنیا میں ہر مذہب کی عبادت گاہیں موجود ہیں لیکن افسوس صد افسوس کہ ان میں لوگوں سے محبت کرنا نہیں سکھایا جاتا بلکہ ایک دوسرے سے نفرت کرنا سکھایا جاتا ہے انہیں وجوہات کی وجہ سے انتہاء پسند اس ایلیمنٹ سے بھرپور فائدہ اٹھاتے ہیں اور اپنی ترکش کا ہر شیر باہمی منافرت کو عروج دینے کیلئے استعمال کرتے ہیں انہیں چند ایک لوگوں کی وجہ سے آج یہ دنیا جہنم کا منظر پیش کر رہی ہے اور انسان خود اس جہنم میں جل رہا ہے۔

یاد رہے مذہبی معاملات میں مذہبی راہنماؤں کا کردار بہت اہم ہوتا ہے کیونکہ مذہبی دواداری کے لیے اب تک ایسی کوئی مربوط اور منظم کوشش نہیں کی گئی جس کی معاشرے کو اشد ضرورت تھی یہی وجہ ہے کہ محبت ورواداری کے جزبات ابھی تک انسانوں میں ابھارے نہ جا سکے انسان کی انسان سے محبت وہ چیز ہے جو معاشرے کو خوشگوار بنانے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ گاندھی جی کی مذہبی رواداری ایک شخص کے سوال کے جواب میں بھی اس وقت نظر آئی جب اس نے کہا ہندو اور مسلم دو الگ قومیں ہیں جن کا رہنا، کھانا، پینا، عبادات اور رسم ورواج سب الگ ہیں یہ کیسے ممکن ہے کہ ہندو مسلم میں اتحاد قائم ہو جائے۔(۹)

گاندھی جی کا کہنا تھا کہ یہ مشکل تو ضرور ہے مگر ناممکن نہیں ہے۔ یقیناً تمام مذاہب میں کمزوریاں ہو سکتی ہیں اس لیے انہیں اصلاح کی ہمیشہ ضرورت رہتی ہے جیسا کہ انکا کہنا تھا "میں ہندو ہوں میں مسلمان ہوں، میں عیسائی ہوں، میں یہودی ہوں، میں پارسی ہوں لیکن میں یہ بھی مانتا ہوں کہ ان تمام میں کہیں نا کہیں کمزوریاں موجود ہیں جن کی اصلاح ہونی چاہیے۔

گاندھی جی کی بین المذاہب راداری کا یہ تصور انسانوں کو ایک دوسرے کے قریب لانے کیلیے اور محبت بڑھانے کے لیے معاون ثابت ہوتا ہے بد قسمتی سے لوگ اب تک اس حوالے سے گمراہ رہے اور دنیا کو جنت کی بجائے جہنم بنا بیٹھے یہی انسان کی وہ گمراہی ہے جس کی وجہ سے انسان ایک دوسرے سے نفرت کرتا ہے یہ مذہبی منافرت ہی تو تھی جس کی وجہ سے ۱۹۴۷ء کو تقریباً ۲۲ لاکھ لوگوں کو تہہ تیغ کر دیا گیا یہ نفرتیں ہی تو ہیں جس کی وجہ سے آج بھی کشمیر، عراق، ایران، افغانستان، شام، لیبیا اور فلسطین میں قتل وغارت کا بازار گرم ہے اگر مذہبی تفاوت کو درمیان سے نکال دیا جائے تو یہ دنیا محبت و امن کا گہوارہ بن جائے گی۔

گاندھی جی کے ساتھ ساتھ جو لوگ بھی بین المذاہب رواداری پر کام کر رہے ہیں ان کی عظمت کو سلام اور میرا اس دور کے ان لوگوں کو ناقص مشورہ ہے کہ وہ اپنے اس عظیم مشن پر گامزن رہیں اور اس کو ہرگز بھی ادھورا نہ چھوڑیں کیونکہ یہ ایک ایسا کام ہے جو مستقبل میں انسانوں کے درمیان کھڑی کی گئی دیوار کو گرانے میں مدد دے گا یہ ایک اچھا اور عمدہ کام ہونے کے علاوہ اتنا بڑا کام ہے کہ اس کو تاریخ بھی یاد رکھے گئی۔ (۱۰)

یاد رہے انسانی احترام کی وجہ سے کسی کیلئے یہ ہرگز جائز نہیں کہ انسان کسی دوسرے انسان کی عزت اچھالنے لگے یا اپنے کسی عمل سے اس کو تکلیف پہنچانے لگے۔ ارشاد باری تعالی ہے:

﴿يٰأَيُّهَا ٱلنَّاسُ ٱتَّقُوا رَبَّكُمُ ٱلَّذِى خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وٰحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَآءً وَٱتَّقُوا ٱللَّهَ ٱلَّذِى تَسَآءَلُونَ بِهِۦ وَٱلْأَرْحَامَ إِنَّ ٱللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا﴾(۱۱)

ترجمہ: اے لوگو اپنے اس رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا فرمایا اور اس خدا سے ڈرو جس کا واسطہ دے کر تم دوسروں سے اپنے حق طلب کرتے ہو اور رشتہ و قرابت کے تعلقات کو بگاڑنے سے پرہیز کرو یقین جانو کہ اللہ تم پر نگہبانی فرمارہا ہے۔

حجۃ الوداع کا خطبہ وہ پہلا تحریری دستور ہے جس نے انسان کے حقوق اور احترام کی اہمیت کو لازم قرار دیا اسی طرح دینی رواداری میں سماجی عدل و انصاف کا قیام انسان کے لیے بہت ضروری ہے مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالی انھیں عدل و انصاف قائم کرنے اور انہیں اچھا اخلاق اپنانے کا حکم دیتا ہے خواہ مشرکین کے ساتھ معاملات طے کیے جارہے ہوں یا مسلمانوں کے ساتھ معاملات طے کیے جارہے ہوں چونکہ اللہ پاک ظلم کو کسی بھی صورت میں پسند نہیں فرماتا اسی حوالے سے ارشاد باری تعالی ہے:

﴿"وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَىٰٓ أَلَّا تَعْدِلُوا ٱعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ وَٱتَّقُوا ٱللَّهَ إِنَّ ٱللَّهَ خَبِيرٌۢ بِمَا تَعْمَلُونَ﴾

ترجمہ: کسی گروہ کی دشمنی تمہیں اتنا مشتعل نہ کر دے کہ تم انصاف سے ہی پھر جاؤ عدل کرو کہ یہ خدا ترسی سے زیادہ مناسبت رکھتا ہے۔(۱۲)

گاندھی کا تصورِ مذہب رواداری:

بین المذاہب رواداری کا تصور انسانی تاریخ میں ہمیشہ ایک اہم موضوع رہا ہے، خصوصاً ایسے معاشروں میں جہاں مختلف مذاہب کے ماننے والے ایک ساتھ بستے ہوں۔ عصر حاضر میں اس موضوع پر متعدد اسکالرز، مفکرین اور ماہرینِ مذہب نے بہت سارے متنوع زاویوں سے تحقیق کی ہے۔ زیر نظر آرٹیکل میں گاندھی جی کے تصور بین المذاہب رواداری کا خاکہ پیش کیا جائے گا۔

کئی محققین کرام نے بین المذاہب رواداری کی جڑوں کو قدیم تہذیبوں اور قدیم مذاہب میں تلاش کیا ہے۔ مثلاً جان ہِک (John Hick) نے مختلف مذاہب کو ایک ہی حقیقت کی مختلف تعبیریں قرار دیا، اور مذہبی تنوع کو فطری اور مثبت رجحان مانا ہے۔ ابو الکلام آزاد نے ''تذکرہ'' اور ''غبارِ خاطر'' میں رواداری کو دینِ اسلام کا بنیادی اصول قرار دیا ہے۔ اسلامی تعلیمات میں رواداری اور عدل و انصاف سے متعلق کئی قرآنی آیات اور احادیث موجود ہیں۔ ڈاکٹر محمود احمد غازی کی تصنیف ''محاضراتِ قرآنی'' میں اسلامی ریاست میں بین المذاہب رواداری پر مفصل گفتگو کی گئی ہے۔ اسی طرح ڈاکٹر طاہر القادری نے بین المذاہب مکالمہ کو فروغ دینے کے لیے کئی تحقیقی کتب تصنیف فرمائیں جن میں ''اسلام اور بین المذاہب ہم آہنگی'' قابل ذکر ہے۔

بین المذاہب مکالمے کے فروغ کیلئے تحقیق کرتے ہوئے Hans Küng مفکر کا کہنا ہے کہ عالمی امن اُس وقت ممکن نہیں ہے جب تک مختلف مذاہب ایک دوسرے کے وجود کو تسلیم نہیں کریں گے اور مکالمے کا دروازہ ہمیشہ کھلا نہیں رکھیں گے۔ گزشتہ چند سالوں میں پاکستان میں بھی اس موضوع پر قابلِ قدر کام ہوا ہے۔ ڈاکٹر ایاز اور ڈاکٹر خورشید احمد جیسے مفکرین نے قومی سطح پر مذہبی ہم آہنگی کے فروغ کے لیے قابل قدر کوششیں کیں۔ ان کا مطالبہ ہے کہ حکومتی سطح پر تعلیمی نصاب، مذہبی رہنماؤں کی تربیت اور میڈیا میں رواداری کو بھرپور انداز میں فروغ دیا جائے۔

رواداری کا سب سے اہم نقطہ یہ ہے کہ تم اپنے مخالفین کے ساتھ بہتر انداز اور اچھے الفاظ سے بات کرو نہائیت احسن انداز سے اس کی بات سنو اور پھر احسن انداز میں اس کو جواب دو یقیناً احسن انداز سے مکالمہ وہ گفتگو ہے جس کی دعوت تم اپنے دوستوں کے علاوہ اپنے دشمنوں کو بھی دے رہے ہوتے ہو اور یہ انداز ایسا انداز ہے جس کے بدلے میں آپس میں تناؤ اور دوری پیدا نہیں ہوتی اور پھر کوئی شر یا فتنہ جنم نہیں لیتا۔(۱۳)

اگر کتب سماویہ کے مقدس اوراق پر نظر ڈالی جائے تو یہ بات واضح طور پر معلوم ہوتی ہے کہ سچا مذہب ایک ایسا مذہب ہوتا ہے جو دوسرے مذہب کو برا بھلا کہنا تو دور کی بات اس کے ماننے والوں کو ترچھی نگاہ سے دیکھنے کی اجازت بھی نہیں دیتا بلکہ وہ تو تمام سماوی ادیان کا احترام بجالانے کا درس دیتا ہے اور ان مذاہب کے ماننے والوں کو انکا حق دیتا ہے کہ وہ مکمل آزادی کے ساتھ اپنے مذہب کے مطابق زندگی بسر کر سکیں۔ یہ بات بھی واضح رہے کہ بعض مذاہب دیگر مذاہب کی طرح اپنا دروازہ طالب ہدایت کبھی بند نہیں کرتے اور پھر دوسرے مذاہب کے ماننے والوں کو اپنا مذہب قبول کرنے پر زور بھی نہیں دیتے۔(۱۴) رواداری ہمارے معاشرے کا ایک اہم ترین اصول ہونا چاہیے تاکہ اس پر عمل کر کے ہم اپنے تعفن زدہ معاشرے کو پر امن اور مثالی معاشرہ بنا سکیں آج اسی اصول سے دوری کے سبب ہم عدم برداشت اور بے تحمل ہیں۔(۱۵)

اللہ تعالی کے نزدیک دنیا میں رہنے والے تمام انسان ایک خاندان اور ایک کنبے کی حیثیت رکھتے ہیں اور اللہ تعالی نے بہترین انسان اسے ہی قرار دیا ہے جو اللہ تعالٰی کے اس خاندان اور کنبے سے محبت کرے اور اس سے اچھا سلوک محبت، بھائی چارہ، اور رواداری کا معاملہ کرے۔

سچا مذہب وہ مذہب ہوتا ہے جو اپنے اندر بڑی بڑی خوبیاں رکھتا ہو پھر ان خوبیوں میں ایک یہ خوبی بھی بہت معروف ہو کہ وہ مذب محبت، امن و سکون، عفو و درگزر، رحمت، آسانی، انسانیت پسند اور رواداری اپنانے والا مذہب ہو پھر انہیں خوبیوں کی وجہ سے وہ لوگ جو اس مہب سے پہلے بے انتہائے نفرت کرتے ہوں وہ جوق در جوق اس مذہب میں داخل ہونے لگیں اور پھر یہ مذہب لوگوں کا مقبول ترین مذہب بن جائے۔(۱۶)

آج کے اس گئے گزرے دور میں جہاں مذہنی تنوع میں خاطر خواہ اضافے کے ساتھ ساتھ مذہبی تشدد اور مذہبی منافرت میں دن بدن اضافہ ہو تا جارہاہے اور دوسری طرف بین المذاہب راداری نہ ہونے کے برابر ہو رہی ہے حالانکہ بین المذاہب رواداری کا مطلب مختلف مذاہب کے ماننے والوں کے درمیان احترام، افہام و تفہیم اور پر امن معاشرے کی بنیاد رکھنا ہے۔

مہاتما گاندھی (۱۸۶۹۔۱۹۴۸ء) جسے صرف ہندستانی ہی نہیں بلکہ دنیا کے اکثر ممالک کے لوگ تحریک آزادی کا باب اعظم سمجھتے ہیں انھوں نے مذہبی رواداری پر وہ کارہائے نمایاں سر انجام دیے جو کسی اور کے حصے میں نہ آسکے آپ نے بین المذاہب راداری کو نہ صرف سیاسی حکمت عملی کا حصہ بنایا بلکہ اپنی زندگی کا اہم ترین اصول قرار دیا۔ گاندھی جی کا تصور تھا کہ دنیا میں موجود مختلف مذاہب سچائی کی تلاش کی طرف جانے والے مختلف راستے ہیں۔ اگر آج ہم اس اصول کو تنقیدی نظر سے ہٹ کر دیکھیں تو یہ اصول بین المذاہب رواداری میں اہم ترین کردار ادا کر سکتا ہے۔ اگر ہم گاندھی جی کے مذہبی پس منظر کو دیکھیں تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ہندو دھرم سے شروع ہو تا ہوا دیگر مذاہب کے گہری نظر کے مطالعہ سے کمال عروج تک جا پہنچا اور یہی مطالعہ ان کے بین المذاہب رواداری کے افکار کی بنیاد بنا۔ گاندھی جی کا ماننا تھا کہ مذہب صرف خالی

رسومات کا نام نہیں بلکہ یہ ایک ایسی روحانی قوت ہے جو آدمی کو اخلاقیات اور حق گوئی سے ملاتی ہے گاندھی جی نے مذہب کو سچائی کی تلاش کا ایک ذریعہ قرار دیا ہے اور اسے انسانیت کی خدمت سے جوڑ دیا ہے۔(۱۷)

گاندھی جی کا روحانی مذہب ہندو مذہب سے شروع ہوا اور پھر انہوں نے اس دھرم کے ساتھ ساتھ دیگر مذاہب کو جاننے کی ٹھان لی اور پھر انھوں نے قرآن، بائبل اور زرتشتی فنون کا گہرا مطالعہ کیا جس سے ان کے افکار و نظریات میں خاصی تبدیلی واقع ہوئی۔ گاندھی جی کا وہ اصول (سرودھرم سمبھاو) جس نے انہیں شہرت کی بلندیوں تک پہنچایا اس کا مطلب ہے "تمام مذاہب کا مساوی احترام" یہ اصول ان کے اس تصور کو واضح کرتا ہے کہ آپ تمام مذاہب کو سچائی کے ایک الگ راستے کے طور پر دیکھتے ہیں۔(۱۸) ایک اور اصول جسے شہرت حاصل ہوئی "میں کسی ایک مذہب کو دوسرے مذہب سے برتر نہیں سمجھتا" اگر اس اصول کو مدنظر رکھ کر آپ کے بارے میں یہ کہا جائے کہ آپ کثرت پسندانہ نقطہ نظر کے مالک تھے تو یہ مبالغہ نہ ہوگا۔ گاندھی جی کا مذہبی رواداری پر بہت ہی معروف جملہ کہ "میں ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان اتحاد کی سیمنٹ بنانا چاہتا ہوں۔ (۱۹)

یاد رہے گاندھی جی کا یہ نظریہ نہ صرف ہندستان میں مقبول ہوا بلکہ آپ کے اس اصول کو عالمی سطح پر پزیرائی حاصل ہوئی اور یہ ایک مثالی اصول کی حیثیت کے طور پر سامنے آیا۔ گاندھی جی کے افکار و نظریات نے بھارت کو ایک سیکولر ریاست بنانے میں اہم کردار ادا کیا بھارتی آئین کا آرٹیکل ۲۵ یہ وہ آئین ہے جو تمام بھارتیوں کو مذہبی آزادی کی مکمل زمانت دیتا ہے اور یہ آرٹیکل ۲۵ گاندھی جی کے نامور اصول "سرودھرم سمبھاؤ" سے متاثر ہے۔ آج کل اس دور میں جہاں مذہبی منافرت مذہبی تنوع اور مذہبی تشدد ایک عالمی مسئلہ بن چکا ہے اس دور میں اگر گاندھی جی کے تصور بین المذاہب رواداری بین المذاہب مکالمے اور پرامن بقائے باہمی کو ایک رہنماء اصول کے طور پر لیا جائے تو ضرور یہ اصول اس مذہبی تنوع، مذہبی منافرت اور مذہبی تشدد جیسے افکار و نظریات سے قوم کو نجات دلا سکتا ہے۔(۲۰)

اس کی عملی مثال یونیسکو اور دیگر عالمی اداروں نے بین المذاہب رواداری اور بین المذاہب مکالمے کے پروگراموں میں گاندھی جی کے ان افکار کو واضح کیا جو اس میں اہمیت کے حامل تھے۔ اگر ہم اپنی آنے والی نئی نسل کو مذہبی رواداری کیلئے ابھی سے تیار کرنا چاہتے ہیں تو پھر ہمیں گاندھی جی کی تعلیمات کو ابھی سے اپنے تعلیمی نصاب میں شامل کرنا ہوگا۔

گاندھی جی کے ان نظریات و افکار کی عالمگیریت اس بات کی واضح دلیل ہے کہ ان کے افکار و نظریات صرف ہندستان کیلئے ہی نہیں بلکہ پورے عالم کیلئے ایک مشعل راہ ہونے کا درجہ رکھتے ہیں مزید انکا کہنا تھا "سچی رواداری کا مطلب صرف یہ نہیں کہ تم دوسرے مذاہب کو برداشت کرو بلکہ ان کے عقائد کو سمجھنا اور انکا احترام کرنا بھی تمہارے لیے ضروری ہے۔(۲۱)

ایک بار اسرار احمد آزاد گاندھی جی کی زندگی کے حالات و واقعات لکھتے ہوئے بتاتے ہیں کہ گاندھی جی کے والد بہت معزز شخص تھے ان کی شہرت ہر طرف پھیلی ہوئی تھی اس لیے ہندو دھرم کی مختلف شاخوں سے تعلق رکھنے والے لوگ، پارسی اور مسلم مذہب کے لوگ ان کے پاس آیا کرتے تھے اس لیے گاندھی جی کے دل میں بچپن سے ہی مختلف مذاہب کے درمیان رواداری کا جزبہ پیدا ہو گیا تھا البتہ انہیں عیسائیت ناپسند تھی اس کی وجہ یہ بنی کہ ایک بار گاندھی نے عیسائیت کے ایک مبلغ کو سنا جو ہندو دھرم اور اس کے دیوتاؤں کو برا کہہ رہا تھا یہی واقعہ ان کے عیسائیت کو ناپسند کرنے کا سبب بنا اور پھر انہیں دنوں میں ان کی پتسمہ کی رسم نے گاندھی جی کو اور زیادہ عیسائیت سے متنفر کر دیا اس کے باوجود جس عقیدے نے گہری جڑیں پکڑیں وہ تھا "اخلاق ساری زندگی کی بنیاد ہے اور سچائی اس اخلاق کا نچوڑ ہے" یہ عقیدہ گاندھی جی

کے دماغ میں اس طرح چھا گیا تھا کہ ان کی ساری زندگی اسکا مظہر بن کر رہ گئی۔(۲۲)

انجمن ترقی اردو(ہندی) علی گڑھ میں بیان دیتے ہوئے گاندھی کہتا ہے کہ تمام مذاہب سچے ہیں یقیناً ان میں کچھ کمزوریاں بھی ہیں جنہیں دور کرنے کی اشد ضرورت ہے مجھے تمام مذاہب ایسے ہی عزیز ہیں جیسے مجھے اپناہندو دھرم عزیز ہے آپس کے بھائی چارہ کا مقصد تو ہندو کے بہتر ہندو بننے میں عیسائی کے بہتر عیسائی بننے میں پارسی کے بہتر پارسی بننے میں اور مسلمان کے بہتر مسلمان بننے میں مدد کرنا ہے۔(۲۳)

۶ ستمبر ۱۹۰۶ء میں جب گاندھی جی نے جنوبی افریقہ کی سرکاری ناانصافیوں کے خلاف ستیاگرہ تحریک کا آغاز کیا تو افریقہ کیا پوری دنیا میں ان کی شہرت ہو گی اور وہاں کے مظلوموں نے ان کا ساتھ دینے کا عہد کیا پھر آٹھ سال کی جدوجہد کے بعد انہیں آزادی حاصل ہوئی اور کمال کی بات تو یہ کہ گاندھی جی نے یہاں سے جتنا پیسہ کمایا تھا وہ وہیں کے لوگوں پر خرچ کر دیا اس وقت ان کی وکالت کی آمدن سالانہ تیس ہزار پونڈ تک جا پہنچی تھی۔(۲۴)

خان عبدالغفار خاں نے رام سرن نگینہ کو بتایا کہ گاندھی جی کے اپنے ملک پر بہت احسانات ہیں انہوں نے ہندستان میں رہنے والے لوگوں کے دلوں سے بزدلی کو ختم کر دیا اور عدم تشدد کا راستہ دیکھا کر انہیں انسانیت سے پیار کرنے والا بنایا اس عمل نے آزادی کے بعد امن اور خوشحالی کی راہیں ہموار کر دیں۔

جنوبی افریقہ میں گاندھی جی نے تمام مذاہب کا مطالعہ کیا اور پھر اس نتیجے پر پہنچے کہ یہ سب ایک دین کی مختلف صورتیں ہیں اور حقیقت ایک ہے بس قوموں کے مزاج اور حالات نے اسے بیان کرنے کے طریقوں میں فرق پیدا کر دیا ہے مزید یہ کہ اہمسا صرف وہ برت سکتا ہے جو دوسروں کا خیر خواہ ہو۔(۲۵)

حاصل کلام:

گاندھی جی کے تصور بین المذاہب راداری پر کچھ لوگوں نے تنقیدات بھی کی ہیں۔ بعض ناقدین جیسا کہ "جی آر امبیڈ کر" گاندھی کے تصور بین المذاہب رواداری پر یہ اعتراض کیا ہے کہ ان کا ہندو دھرم پر زور دینا ان کے سیکولر ہونے کے دعووں کو کمزور کرتا ہے۔

اسی طرح کچھ اور افراد نے بھی گاندھی کے تصور بین المذاہب رواداری پر اعتراض کیا ہے جیسا کہ مسلم رہنماء محمد علی جناح نے بھی گاندھی کے ہندو مسلم اتحاد کے دعوؤں کو سیاسی طور پر غیر حقیقت پسندانہ قرار دیا ہے۔

اسی طرح اور بہت سے ناقدین نے گاندھی جی کے ان نظریات پر تنقید کر رکھی تھی مگر اس کے باوجود بھی گاندھی جی کی عملی کامیابیوں کو نظر انداز کرنا ان کے ساتھ زیادتی کرنے کے مترادف ہو گا چونکہ گاندھی جی نے بہت سے اہم موقوں پر مذہبی تنازعات کو کم کرنے میں بہت اہم کردار ادا کیا ہے اور وہ ان میں کامیاب بھی رہے ہیں یہی کامیابی ان کے نقطہ نظر کو ثابت کرنے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔

اس لیے ضروری ہے کہ گاندھی جی کے افکار و نظریات کو تسلیم کیا جائے اور یہ بھی سچ ہے کہ وہ کثیر المذاہب معاشرے کی مشکلات کو مکمل طور پر حل نہ کر سکے۔

نتائج وسفارشات:

بین امذاہب راداری کے فروغ کے لیے آج بھی گاندھی جی کے وضع کردہ اصولوں پر عمل درامد ضروری ہے ان کے "سرودھرم سمبھاؤ" اصول کو آج بھی عالمی سطح پر مذہبی تنازعات کے حل کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ گاندھی جی کے تصور بین المذاہب رواداری کے فروغ کے لیے اس سے خاطر خواہ فائدہ لینے کے لیے اور گاندھی جی کے افکار کے پھیلاؤ

کے لیے ہمیں ان اصولوں کو اپنے تعلیمی اداروں کے نصاب میں شامل کرنا ہو گا اور بین المذاہب رواداری کے فروغ کے لیے وقتاً فوقتاً تربیتی پروگرام کرنا ہوں گے اور پھر سوشل میڈیا ان افکار کے پھیلاؤ میں بہت حد تک معاون ثابت ہو سکتا ہے۔

گاندھی جی کا پیغام کہ "مذہب انسانیت کی خدمت کے لیے ہے" اسے آج کے دور میں عالمگیر اصول کے طور پر اپنایا جائے تو معاشرے میں پائی جانے والی کشمکش کو کسی حد تک کنٹرول کیا جا سکتا ہے۔ اس کے لیے گاندھی جی کے ان افکار و نظریات کو عملی میدان میں اتارنے کے لیے ہمیں عالمی اداروں، مذہبی راہنماؤں اور سول سوسائٹی کے درمیان فاصلوں کو ختم کرنا ہو گا تاکہ ایک پر امن معاشرے کی بنیاد رکھی جا سکے۔

مہاتما گاندھی کا تصورِ بین المذاہب رواداری نہ صرف ان کے زمانہ میں بلکہ آج کے عالمی اور قومی تناظر میں بھی بہت زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔ گاندھی جی نے تمام مذاہب کو سچائی، اخلاق، اور روحانیت کے مختلف راستے قرار دیتے ہوئے باہمی احترام، عدم تشدد، اور رواداری کو اپنانے کا درس دیا ہے۔ موجودہ دور میں جب دنیا مذہبی انتہا پسندی، عدم برداشت، اور فرقہ واریت کا شکار ہے اس وقت گاندھی جی کی فکر امن، ہم آہنگی، بھائی چارہ، رواداری اور باہمی احترام کا قابلِ عمل اور مؤثر نمونہ پیش کرتی ہے۔

پاکستان جیسے مذہبی اور ثقافتی تنوع رکھنے والے معاشرے میں گاندھی جی کے افکار و نظریات سے یہ سیکھا جا سکتا ہے کہ تمام شہریوں کے مذہبی حقوق کا تحفظ، اقلیتوں سے حسنِ سلوک، اور فرقہ وارانہ سرگرمیوں سے دور رہنا ہو گا چونکہ اس معاشرے میں ہم آہنگی کے قیام کے لیے بین المذاہب رواداری نہایت ضروری ہے۔ ان کی تعلیمات ہمیں یہ سکھاتی ہیں کہ ہم مذہب کو نفرت، عدم برداشت، تشدد کا ذریعہ بنانے کے بجائے اسے انسانیت کی فلاح کے لیے استعمال کریں۔

ایسے ہی تعلیمی نظام میں بین المذاہب رواداری جیسے مفید اور اہم ترین موضوعات کو نصاب میں شامل کرنا وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔ طلبہ کو مختلف مذاہب کے بارے میں شعور، برداشت، اور افہام و تفہیم سکھانا ایک پر امن، بااخلاق اور متوازن معاشرے کی تشکیل میں مددگار ثابت ہو سکتا ہے۔ گاندھی جی کا یہ بین المذاہب رواداری پر مبنی فلسفہ ہماری آنے والی نئی نسل کی اخلاقی تربیت اور عالمی امن کے فروغ کے لیے ایک رہنما اصول فراہم کرتا ہے۔

☆☆☆☆☆

حوالے

(۱) عبدالمجید خواجہ، جامع اللغات، (لاہور: سائنس بورڈ، اردو بازار، ۱۹۸۹ء)، ۲: ۱۱۳۸۔

(2) Prof. Minhajal Den, *Qamoos Al-Istalahat*, (Lahore: Maghrabi Pakistan Urdu Academy, 1982), p.805

(۳) القرآن، البقرہ: ۲: ۲۵۶۔

(۴) القرآن، الکافرون، ۱۰۹: ۶۔

(۵) القرآن، المزمل، ۷۳: ۱۰۔

(۶) القرآن، آلِ عمران، ۳: ۶۴۔

(۷) القرآن، الأحزاب، ۲۱: ۳۳۔

(8) M. K. Gandhi, *An Autobiography: The Story of My Experiments with Truth*, (Boston: Beacon Press, 1957), p.58

(۹) مہاتما گاندھی، آزادئ ہند، (لاہور: لاجپت بھون، ۱۹۸۹ء)، ۴۱۔

(۱۰) ظہیر اختر بیداری، بین المذاہب رواداری کی اہمیت و ضرورت: ۱۰ مئی ۲۰۲۱ء سوشل میڈیا پیج۔

(۱۱) القرآن، النساء: ۴: ۱۔

(۱۲) القرآن، المائدہ: ۵: ۸۔

(۱۳) معاشرے میں رواداری کی اہمیت وضرورت: ۲جولائی ۲۰۲۲ء مشرق ٹی وی ڈوٹ پی کے۔

(۱۴) پیر فاروق بہاؤالحق شاہ، رواداری کی اہمیت اسلام کی روشنی میں، ہلال اردو، جون ۲۰۲۱ء، ۳۴–۳۶۔

(۱۵) قیوم نظامی، رواداری، روزنامہ نوائے وقت: ۶فروری ۲۰۲۱ء۔

(۱۶) سید صباح الدین عبدالرحمن، اسلام میں مذہبی رواداری، (اعظم گڑھ (یوپی انڈیا): دارالمضقین شبلی اکیڈمی ۲۵فروری ۱۹۸۷ء)، ۲۰۔

(۱۷) موہن داس کرم چند گاندھی، ہند سوراج، (احمد آباد: نوجیون پبلشنگ ہاؤس، ۱۹۰۹ء)، ص ۷۲۔۷۴۔

(۱۸) موہن داس کرم چند گاندھی، تمام مذاہب کا مساوی احترام، (سرو دھرم سمبھاؤ)، "ینگ انڈیا، مارچ ۱۹۲۷ء، ۱۱۳۔۱۱۵۔

(۱۹) ڈاکٹر رضی احمد، گاندھی جی اور مسلمان، نئی دہلی: جنوری ۱۹۸۵ء، ۵۹۔

(۲۰) جان ہک، مذہب کی تعبیر(An Interpretation of Religion) ، (نیو ہیون: ییل یونیورسٹی پریس، ۱۹۸۹ء)، ۲۳۵–۲۳۸۔

(۲۱) موہن داس کرم چند گاندھی، مہاتما گاندھی کے مجموعۂ تصانیف (Collected Works of Mahatma Gandhi)، (نئی دہلی: سرکاری اشاعتی ادارہ، حکومتِ ہند، ۱۹۵۸ء)، ۳۷: ۴۵۔۴۷۔

(۲۲) اسرار احمد آزاد، گاندھی جی، (دہلی: نیا کتاب گھر، اردو بازار، جامع مسجد، ۱۹۸۵ء)، ۱۱۲–۱۱۴۔

(۲۳) انجمن ترقی اردو (ہندی)، علی گڑھ، مرتبہ عزیز حسین (منیجر، مسلم یونیورسٹی پریس، علی گڑھ، بھارت)، ۵۶۔۵۸۔

(۲۴) گروچرن داس سکینہ، گاندھی جی کی باتیں، (حیدرآباد: گاندھی ساہتیہ پرچورنالیم، آندھرا پردیش، بھارت، ۱۹۸۵ء)، ۷۸۔۸۰۔

(۲۵) مہاتما گاندھی، تلاشِ حق (مہاتما گاندھی کی آپ بیتی)، مترجم ڈاکٹر سید عابد حسین، (احمد آباد: نوجیون پرکاشن مندر، ۱۹۸۳ء)، ۲۱۰–۲۱۲۔

Bibliography

(1) Abdul Majeed Khawaja, *Jame al- Lughat*, (Lahore: Science Board 1989), 2:1138

(2) Prof. Minhajal Den, *Qamoos Al-Istalahat*, (Lahore: Maghrabi Pakistan Urdu Academy, 1982), p.805

(3) Al-Baqar, 2:256

(4) Al-Kaferun, 109: 6

(5) Al-Muzammil, 73: 10

(6) Aal-e Imran, 3:64.

(7) Al-Ahzab, 21:33.

(8) M. K. Gandhi, *An Autobiography: The Story of My Experiments with Truth*, (Boston: Beacon Press, 1957), p.58

(9) Mahatma Gandhi, *Azadi-e Hind,* (Lahore: Laajpat Bhowan, 1989), p.41

(10) Zaheer Akhtar Pedari, *Bain al-Mazahib Rawadari ki Ahmiyat-o Zarurat*, 10 May 2021 Social Media page

(11) Al-Nisa, 4:1

(12) Al-Maida, 5:8

(13) Mu'ashry men Rawadari ki Ahmiyat-o Zarurat, 2 July 2022, Mashriq TV.pk

(14) Peer Farooq Baha al- Haq Shah, *Rawadari ki Ahmiat Islam ki Roshni men*, Halaal Urdu, June 2021, p.34-36

(15) Qayyum Nizami, *Rawadari*, Daily Nawai Waqt, 6 February 2021

(16) Syed Sabah al-Din Abdur Rehman, *Islam men Mazhabi Rawadari*, (Azam Garh, U.P: Dar al-Musanefeen Shibli Acedemy 1987), p.20

(17) Mohan Das Karam Chand Gandhi, *Hindsu Raaj*, (Ahmad Abad: NuJiwan Publishing House 1909), p.72-74

(18) Mohan Das Karam Chand Gandhi, *Tamam Mazahib ka Masawi Ahteram*, Yound India, March 1927, p113-115.

(19) Dr. Razi Ahmad, *Ghandhi Ji aor Musalman*, (New Delhi: 1985), p.59

(20) John Hik, *An Interpretation of Religion*, (New Hiyun : Yell University Press, 1989), p.235-238

(21) Mohan Das Karam Chand Gandhi, *Collected Works of Mahatma Gandhi*, (New Delhi: Sarkari Isha'ati Idara, 1958), p37:45:47

(22) Israr Ahmad Azad, *Gandhi Ji*, (Delhi: Nia Kitab Ghar, 1985), p.112-114

(23) Anjuman Taraqqi Urdu (Hindi), (Comp.) Aziz Hussain, (India: Muslim University), p.56-58

(24) Gru Charan Gandhi, *Gandhi ji ki Bateen*, (Haider Abad: Sahitia, 1985), p.78-80

(25) Mahatma Gandhi, *Talash-e Haq (Mahatima Gandhi ki Aap Beti)*, (Trans.) Dr. Syed Abid Hussain, (Ahmad Abad: Nujiwan Parkash Mandar, 1983), p.210-212

❖❖❖